نظرات

سابق صدر جمہوریہ ہند گیانی ذیل سنگھ نے ایک اخبار نویس سے گفتگو کے دوران میں بڑے افسوسناک لہجے میں کہا ہے کہ "بھارتی سیاست میں بہت تیزی سے تبدیلی آرہی ہے جس میں اخلاقی قدریں کھو گئی ہیں" ۔ اس سے آگے وہ اور بھی کچھ کہنا چاہتے تھے لیکن وہ یہ کہہ کر کہ "یہ موضوع بہت الجھن بھرا ہے" خاموش ہو گئے۔ ان کی اخبار نویس سے یہ گفتگو ایک اخبار کے سنڈے ایڈیشن میں ان کے رنگین فوٹو کے ساتھ پورے ایک صفحہ پر شائع ہوئی ہے۔

اس میں شک نہیں کہ گیانی جی نے اخلاقی قدروں کے زوال کی بات کہہ کر ایک بڑی ہی اہم بات کی طرف ہندوستانی عوام کی توجہ دلائی ہے لیکن ہم اس کے ساتھ ہی یہ بھی کہنا چاہیں گے کہ گیانی جی کو اخلاقی قدروں کے زوال کے اسباب بھی بتلانے چاہئے تھے اور اس کے ذمہ داروں کی بھی نشاندہی کرنی چاہئے تھی۔ لیکن گیانی جی کسی انجانے خوف سے متاثر ہو کر شاید اس موضوع پر خاموش رہنا

کو بہتر سمجھتے ہیں۔ ہمارے خیال میں یہ خاموشی خود اخلاقی قدروں کے زوال کے ذیل میں آتی ہے۔ لیکن ہم گیانی جی کی اس بات کو آگے بڑھاتے ہوتے کہنا چاہیں گے کہ آج کی سیاست اس قدر گندگی ہو چکی ہے کہ اس میں اخلاقی و انسانی قدروں کا نام و نشان باقی رہنا تو کیا اس سلسلے میں کچھ کہنا بھی ایک بڑی بھاری حماقت و غلطی مانی جاتی ہے۔ موجودہ حالات ہی کا آپ جائزہ لیں۔ آج ہر جگہ فرقہ پرستی اور ذات پات کی آگ لگی ہوئی ہے۔ لیکن سیاستداں اسے بجھانے کی بجائے بھڑکانے ہی میں لگے ہوئے ہیں اور اس کے لئے ان کے دل میں رحم و درد نام کی چیز دیکھنے کو بھی نہیں ملتی ہے۔ اپنے ملک کی عزت و آبرو اور اس کی بقاء کا بھی ان کے دل و دماغ میں خیال بھی آنے کا کہیں نام نہیں ملتا ہے۔ سیاست کی چکی میں سیاستداں سادہ لوح عوام کو پیس کر اپنے مفاد کے حصول میں لگے ہوتے ہیں۔ اور جس کی وجہ سے اب انہوں نے ہر چیز کو اپنی خود غرضی کے رنگ میں رنگ دیا ہے۔ انصاف کے معنی اپنی مرضی کے مطابق کرنے شروع کر دیے ہیں، جرم کی نوعیت و سنگینی کی حیثیت بھی انہوں نے اپنے ہی مفاد کے موافق متعین کرنے کی مہم چلا رکھی ہے ـــ چنانچہ اگر کشمیر و پنجاب میں کچھ سر پھرے لوگ مذہب کے غلط سہارے کی آڑ لے کر سرکاری املاک کو آگ لگاتے ہیں، قانون کے خلاف کام کرتے ہیں تو انہیں ہندوستان کے "دانشور" حکومت کے ذمہ دار اور اخبارات کے فاضل مدیران و کارکنان بے دھڑک دہشت پسند انتہا پسند، تخریب کار اور ملک دشمن جیسے بے شمار نفرت انگیز ناموں

سے بجا طور پر یاد کرتے ہیں۔ لیکن جب ہم دیکھتے ہیں کہ ایک جم غفیر عدلیہ وقانون کی تمام پابندیوں کو توڑتے ہوئے ایک فرقہ کی عبادتگاہ کو تعدد وزبردستی سے توڑنے پر آمادہ ہوتا ہے تو یہی قابل ترین اصحاب خاص اس کو رام بھگت' اور کارسیوک' کے معزز نام سے یاد کرتے ہیں۔ اور اگر ایسے جم غفیر میں سے کوئی انتظامیہ کی حفاظت کے لئے چلائی پولس کی گولی سے مرجاتا ہے تو اسے معاوضہ دینے کا بھی اعلان ہو جاتا ہے۔ جرم ایک ہی ہے لیکن اگر اسے اقلیت کا کوئی فرد کرتا ہے تو وہ ہندوستان میں ملک دشمن کہلاتا ہے اور اگر اکثریت کا کوئی فرد اسے کرتا ہے تو اسے اکرام وتکریم سے سرفراز کیا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں نامناسب نہ ہوگا اگر ہم اپنی بات کی تائید کے لئے نجیب آباد کی کسی پونم سنگھل رانی کے اس خط کا ایک اقتباس پیش کریں جو نئی دہلی کے ایک روزنامہ میں مؤرخہ ۱۰ دسمبر ۱۹۹۰ء کو شائع ہوا ہے۔

• آئین کی کاپی یا ملکی جھنڈے کا جلایا جانا جرم ہے لیکن جو لوگ اپنے آپ کو بھارتی آئین یا عدلیہ سے اوپر مانتے ہیں کیا وہ ملک دشمن نہیں ہیں؟ سرکار ان کی تنظیموں پر پابندی کیوں نہیں لگاتی؟ کیا یہ لوگ ملک کو خانہ جنگی کی سی حالت میں نہیں لے جا رہے ہیں؟ ......

آج ہم دہشت پسندوں کو کوستے ہیں لیکن سیاسی اور فرقہ پرست دہشت پسندوں کو کھلی چھوٹ ہے "

جب ہمارے ملک کا سماج ان اخلاقی قدروں کو اس قدر پامال کر رہا ہے

کرنے پر تُلا بیٹھا ہوا ہے تو پھر ہم ہندوستانی تہذیب و تمدّن کے اعلیٰ ہونے کی بات کو دوسرے ممالک سے کس طرح منوا سکتے ہیں اور نہ ہی پھر ہمیں یہ کہنے کا حق باقی رہے گا کہ "جیو اور جینے دو" کا فلسفہ ہندوستان ہی کا مرہونِ منّت ہے۔

ہٹ دھرمی اور اکثریت کے زعم و پندار، غرور و تکبر کی وجہ سے آج سارا ملک فرقہ واریت کے اژدہے کے جبڑے تلے جکڑا ہوا ہے۔ کیا یوپی، کیا گجرات، کیا حیدرآباد، کیا مدھیہ پردیش، کیا راجستھان کیا بہار، کیا بنگال کیا آسام اور کیا دہلی سب ہی جگہ فرقہ پرستی کی آگ کے شعلے بھڑک رہے ہیں اور اس میں ہزاروں بے گناہ انسان مارے جا چکے ہیں، کروڑوں اور اربوں کا سامان خاکستر ہو چکا ہے اس کے باوجود سیاستداں ابھی تک چین سے بیٹھے یہ سب کچھ دیکھ رہے ہیں اکثریت کے افراد شاید یہ سمجھ رہے ہیں کہ وہ اس طرح فرقہ پرستی کا زہر پھیلا کر اقلیتی فرقہ کی بیخ کنی کر دیں گے مگر ہم سمجھتے ہیں کہ وہ کسی قدر بھول میں ہیں۔ بھارت میں مسلمان سرکاری اعداد و شمار کے مطابق ۱۲۔۱۴ کروڑ ہیں اتنی بڑی تعداد کو وہ اسطرح ختم کیسے کر سکتے ہیں۔ یہ فرقہ وارانہ فسادات اقلیتوں کی بیخ کنی کی بجائے ملک کے شیرازہ کو بکھرنے کا ہی باعث بن جائیں، اس کا ہمیں خدشہ ہے اور اسی وجہ سے تشویش بھی ہے۔ کیونکہ ہمارے بڑوں نے اس ملک کی آزادی و بقا کے لئے عظیم قربانیاں دی ہیں اس لئے افسوس کی بات ہے کہ جب ملک میں اس قسم کے افسوسناک حالات

پیدا ہوں گے تو ہر محب وطن کو اس طرح فکرمند ہونا ہی پڑے گا۔ لہٰذا اس ملک کو بچانے کے لئے اکثریت کو بڑے بھائی کی حیثیت سے اقلیتی افراد کو چھوٹا بھائی سمجھتے ہوئے پیش آنا ہوگا۔ ورنہ خدانخواستہ!

آج اکثریت کے کچھ لوگ جس طرح ایک مسجد کو ہڑپ کرنے کیلئے ہر ناجائز حرکت کو جائز بنانے پر تلے ہوئے ہیں اسے خود انصاف پسند غیر مسلم بھی نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اس سلسلے میں ایک معلوم و معروف روزنامے کے اداریے میں لکھا ہے کہ:

"مسلمانوں کو راضی کیے بغیر ان سے کوئی مسجد چھیننا ہندوستان کا روایتی راستہ نہیں ہو سکتا ہے"

اور سب سے آخر کا اقتباس ہم بلا تبصرہ نقل کر رہے ہیں ملاحظہ کریں:

"انڈسٹری، کاروبار، دکانیں، سکریٹریٹ، زمین، جائیداد، کھیتی، ریاست سبھی خاص ہندو آبادی چلا رہی ہے، جس ملک کے ہندوؤں کو اتنا لمبا چوڑا ملک تاریخ میں پہلی بار خاص راج کرنے کے لئے ملا ہے! نہیں! ایسی کون سی اندرونی چوٹ ہو سکتی ہے جس کی خاطر وہ اپنے اس نادر و نایاب ملک کو کھو دیں اور دنیا کی ایک اہم تہذیب بننے کی بجائے ہم اپنے چلتے ہوئے نظام کو بندوق کے دھوئیں کے بیچ میں چوپٹ کر دیں۔ ایسا کون درد بھارت کو ہے جس کا ازالہ بھارت کی خودکشی کے ساتھ ہی ہو سکتا ہے"

وفیات

دلی، دینی اور علمی حلقوں میں یہ خبر انتہائی رنج و غم کے ساتھ سنی